لہٰذا علوم و فنون اور سائنس اور ٹکنالوجی کو مفاسد اور خرابیوں سے پاک رکھنا اس امت کا فریضہ ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ امت پوری نوع انسانی کے لئے بھیجی گئی ہے۔ لہٰذا اس کو اچھائی اور خیر کی تعلیم دینا اور اس کو شر اور گمراہی سے روکنا ضروری ہے۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے لا محالہ طور پر کچھ "قوت" کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ ترقی یافتہ قوموں کو مادی طاقتیں ہی زیر کر سکتی ہیں اور ایک بڑی طاقت (Super Power) ہی ان کو اطاعت پر مجبور کر سکتی ہے۔ یہ خلافتِ ارض کا فلسفہ ہے۔

اس اعتبار سے آج عالم انسانی جن مصائب اور بحرانوں کا شکار ہے وہ سب سائنس اور ٹکنالوجی میں مسلمانوں کے ادبار و انحطاط کی وجہ سے ہے، لہٰذا یہ صرف امت مسلمہ ہی کا نہیں بلکہ پوری نوعِ انسانی کا المیہ ہے۔

خلافتِ ارض کے لئے تسخیر اشیاء کی اہمیت:

خلافتِ ارض کے لئے کائنات اور اس میں پوشیدہ مخفی طاقتوں کی تسخیر نہایت ضروری ہے جو کہ خالق کائنات نے نظامِ فطرت میں ودیعت کئے ہیں۔ جیسے نجاری، میکانیکی، برقی، شمسی، ایٹمی اور اشعاعی توانائیاں وغیرہ کیونکہ یہ توانائیاں آج اقوام کی ترقی کی علامت بن چکی ہیں۔ تسخیر اشیاء اور تمدنی و عسکری ساز و سامان کی اختراعات و ایجادات کے لئے صنعتی و تجرباتی علوم ضروری ہیں۔ یہ ایک وسیع میدان ہے جس میں عالم اسلام پٹرول، معدنیات، زراعت اور دوسری بیش بہا خدائی نعمتوں پر دسترس رکھنے کے باوجود بہت پیچھے ہے۔ آج صنعت و ٹکنالوجی کے میدان میں عالم اسلام کے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے اقوام عالم مسلمانوں کے قدرتی خزانوں کو لوٹ رہی ہیں اور اپنی من مانی کر رہی ہیں گویا کہ یہ سب مالِ غنیمت ہے۔

پٹرول کی اہمیت اور اس کا استحصال :

واقعہ یہ ہے کہ جدید صنعتوں میں پٹرول کی بہت بڑی اہمیت ہے جو کہ بلاد اسلامیہ اور بالخصوص بلاد عربیہ کے زیر تسلط ہے۔ نیز یہ کہ پٹرولیم کی مصنوعات (پٹرو کیمیکلس) میں پٹرول کو نمایاں اہمیت حاصل ہے۔ یہ کیمیائی مصنوعات صرف پٹرول اور گیس سے تیار کی جاتی ہیں جو کہ موجودہ دور میں جدید مصنوعات اور عالمی اقتصادیات میں شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہیں اور جو موٹر گاڑیوں، طیاروں اور دوسری بڑی مشنریوں کو چلانے میں مرکزی اہمیت کی حامل ہیں۔ پٹرول اور گیس کا استعمال ان گنت مصنوعات اور قسم ہا قسم کی اشیاء تیار کرنے کے لئے وسیع پیمانے کے لئے کیا جاتا ہے۔ جیسے پلاسٹک، ڈٹرجنٹس، دوائیاں، کیمیائی کھاد، مصنوعی ریشم، حشرات کش مواد، ربڑ، خوشبوئیات، دھماکہ خیز مواد، چکنائی والے مادے، موم بتیاں، رنگ و روغن کی اشیاء، ایندھن اور الکوحلی مواد وغیرہ۔(۱) اس اعتبار سے آج پٹرول ہر کیمیائی صنعت کے لئے شاہ کلید کی حیثیت رکھتا ہے، جس پر متمدن دنیا کا دارومدار ہے۔ آج اسلامی ممالک پٹرول، گیس، معدنیات اور دوسرے طبعی پیداوار کے عظیم الشان ذخائر کے مالک ہیں، جو کہ غیروں کو نصیب نہیں ہیں۔ یعنی دنیا کے دو تہائی ذخیروں پر آج عالمِ اسلام کا قبضہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ پٹرول آج تقریباً تمام کیمیائی مصنوعات اور جدید ٹکنالوجی میں اولین اہمیت کا حامل ہے اور یہ مصنوعات تمدنی، تجارتی، اقتصادی، عسکری اور یہاں تک کہ سیاسی، بین الاقوامی اور سفارتی میدانوں میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پٹرول آج اقوامِ عالم کے درمیان جنگ و جدال اور قتل و غارت گری کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اس اعتبار سے

۱۔ تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے رجوع کیا جائے۔

1- Encyclopaedia Britannica, Vol. 14, P. 180, 1983.

2- Thw World Book Encyclopaedia Britannica, Vol. 15, P.328, London.

3- Chemistry Today, P.66, World Book.

عالم سلام آج جنگی میدان بن کر رہ گیا ہے اور وہ روز بروز تیسری جنگ عظیم کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کا واضح اور بین سبب پٹرول ہے جو عالم اسلام کے قبضے میں ہے، یہی وہ اسباب ہیں جنہوں نے ترقی یافتہ اقوام کو ان ذخائر پر قابض ہونے کے لئے مزاحمت و مسابقت اور باہم جنگ و جدل پر اکسایا ہے اور جس کے حصول کی خاطر وہ بعض اقوام کو بھینٹ چڑھا چکے ہیں تاکہ بلاد عربیہ پر ان کا شکنجہ مضبوط ہو سکے اور ان کو باہم جنگ و جدال میں ملوث کر کے ان میں عداوت اور دشمنی کو بڑھاوا دے سکیں۔ مغربی قوموں کی یہی وہ مکاریاں ہیں جن کو وہ مسلمانوں کے ذخائر کو ہتھیانے کے لئے اپنا رہی ہیں۔ عالم عربی اور عالم اسلام اپنی سادگی اور جدید علوم و ٹکنالوجی پر دسترس نہ رکھنے کی وجہ سے ان معاملات میں عموماً دھوکا کھا جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے موجودہ دور میں یہ سب سے بڑی آزمائش ہے جو کہ عربوں اور مسلمانوں کے خلاف ایک بہت بڑی سازش ہے۔

آج معاملہ نہایت سنگین شکل اختیار کر چکا ہے۔ جب تک مسلمان خود اپنی قدر و قیمت نہیں پہنچانتے اور اقوام عالم کے درمیان اپنی صحیح حیثیت تسلیم نہیں کرواتے تب تک حالات بدل نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بلند مرتبہ عطا کیا ہے اور ان کو ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے اور دوسروں کی طرح ان کو بھی مرد بنایا ہے۔ لہٰذا اگر وہ حالات کو بدلنے اور سائنس ٹکنالوجی اور صنعت و حرفت میں پیش قدمی کا عزم مصمم کر لیں تو وہ غیر قوموں کو اپنے بیش بہا ذخائر کی لوٹ سے روک سکتے ہیں۔ ترقی یافتہ اقوام کے چنگل سے نکلنے اور سنگین خطروں سے بچنے کے لئے ان معروضات پر فوری عمل درآمد ضروری ہے۔ اسی طرح ان مقاصد کی تکمیل کے لئے جامع منصوبوں کی اشد ضرورت ہے۔ خلافت ارض اور اس کے تقاضوں سے مکمل طور پر دست برداری ہرگز جائز نہیں ہے۔ یہ کارِ خلافت اگرچہ مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔

ایک جامع منصوبہ:

یہ وہ صورتِ حال ہے جو آج عالم اسلام کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی

ہے۔ حریت و آزادی سے جینے کے لئے مغرب کے پنجوں سے چھٹکارا نہایت ضروری ہے۔ جس کے لئے ایک جامع منصوبے اور پلاننگ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں چار بنیادی کاروائیاں ضروری ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں پوری سنجیدگی اور جدت کے ساتھ پیش قدمی اور ترقی کی جائے۔

۲۔ اس عظیم کام کے لئے مطلوبہ وسائل کی فراہمی اور اس کی مالی اعانت کی جائے۔

۳۔ عالم اسلام کو ایک سیاسی وحدت کی طرح متفق و متحد ہونا ضروری ہے۔

یہی وہ چار عناصر ہیں جو اس میدان میں مسلمانوں کی کامیابی اور ان کی فلاح و بہبود کے ضامن ہیں۔ لہٰذا ایک حکمتِ عملی کی اشد ضرورت ہے۔ اس میدان میں ایک بنیادی منصوبہ بندی اور تدبیر کے بغیر وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بہر حال موجودہ صورتِ حال کا تقاضا ہے کہ تمام مسلمان عالم اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی طرف بطور پیش رفت ایک تاریخی عمل کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔

عالمِ اسلام کا اتحاد وقت کی اہم ضرورت:

آج روئے زمین پر پچاس سے زائد اسلامی ممالک موجود ہیں۔ جن کی اپنے طبیعی و فطری اور جغرافیائی کی حیثیت سے کئی قسمیں ہیں: ان میں سے بعض اپنی قدرتی پیداوار، معدنیات اور زراعت وغیرہ سے مالامال ہیں، بعض سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں ایک حد تک جانکاری رکھتے ہیں اور بعض اقتصادی و مالی حیثیت سے مضبوط ہیں۔ اگر یہ تمام ممالک ایک مشترکہ پروگرام اور ایک منصوبے کے تحت باہم تعاوف واشتراک کریں تو مسلمانوں کے موجودہ مسائل و مشکلات حل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح کا کوئی بھی اقدام ان کی اکثر ضروریات میں ان کو خود کفیل کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے اور وہ عالم اسلام کی مشترکہ منڈی کے قیام کے لئے راہیں ہموار کر سکتا ہے۔ الغرض عالم اسلام دھیرے دھیرے ترقی کے منازل طے کر سکتا ہے۔

اس طرح کے اقدامات کے ان گنت منافع و فوائد ہیں، جن میں تمدنی، صنعتی، اقتصادی اور تجارتی وغیرہ تمام مشکلات کا حل پوشیدہ ہے اور اس طرح کے اقدامات عالم اسلام سے افلاس و غربت اور بے روزگاری وجہالت کا خاتمہ کر سکتے ہیں اور ان اقدامات کے ذریعے ایک خوش حال، تعلیم یافتہ، متمدن اور باسعادت دور کی آمد آمد ہوگی جو مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا کرنے، غیروں پر تکیہ نہ کرنے اور ان میں حقیقی اتحاد اور اخوت و بھائی چارگی کو قائم کرنے کا سبب ہوگی۔ لہٰذا یہ عمل مسلمانانِ عالم کے درمیان اخوت و بھائی چارگی قائم کرنے کے لئے حجر اساسی ہوگا۔

خلافتِ ارض کے فرائض:

اب تک کی بحث میں ان شرائط اور خوبیوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جو کہ خلافتِ ارض کی بازیافت کے لئے ضروری ہیں۔ خلیفہ وہ کہلاتا ہے جو اپنی سرزمین اور اپنے علاقے میں موجود تمام اشیاء و مظاہر پر دسترس رکھتا ہو۔ لہٰذا وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا، جو ارض و سماء میں موجود اشیاء اور موجودات کو برتنے اور اس سے مستفید ہونے پر قادر نہ ہو، وہ اشیاء اور موجودات جن کو خالقِ کائنات نے انسان کے لئے مسخر کر رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّکُمْ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھَارَ وَ سَخَّرَلَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَیْنِ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَ انَّھَارَ وَآتَاکُمْ مِنْ کُلِّ مَاسَاَلْتُمُوْہُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَاتُحْصُوْھَا ○ (۱)

اللہ وہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی نازل کیا،

۱۔ سورۂ ابراہیم، آیات ۳۲-۳۴،

پھر اس سے تمہارے کھانے کو پھل نکالے اور کشتیاں تمہارے تابع کر دیں تاکہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی رہیں اور نہریں تمہارے تابع کر دیں اور سورج اور چاند کو تمہارے تابع کر دیا جو ہمیشہ چلنے والے ہیں اور تمہارے لئے رات اور دن کو تابع کیا اور جو چیز تم نے اس سے مانگی اس نے تمہیں دی اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَافِي السَّمَاوَاتِ وَمَافِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُم نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً O (۱)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے تمہارے کام پر لگا رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔

امام راغب نے لکھا ہے کہ:

"تسخیر کا مطلب ایک مخصوص غرض و غایت کی طرف زبردستی کسی شئے کو لے جانا ہے"

التسخير سياقة الى الغرض المختص قهرا۔ (۲)

اى سوق الشئ قهرا الى غرض معين و اسم المفعول مسخروهي مسخرة۔ (۳)

قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ:

"اللہ نے ان کو تمہارے فائدے اور تصرف کے لئے تیار رکھا ہے۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان اشیاء کی تسخیر کا مطلب ان کو برتنے کی کیفیت سکھانا ہے۔"

۱۔ سورۂ لقمان، آیت ۲۰،

۲۔ المفردات فی غریب القرآن، ۲۳۲، بیروت،

۳۔ معجم الفاظ القرآن الکریم، ۱/ ۵۷۸، مجمع اللغۃ العربیۃ،

فجعلها معدة لا نتفاعكم و تصرفكم و قيل تسخير هذه الا شياء تعليم كيفية اتخاذ ها ۔ (۱)

لہٰذا تسخیر موجودات (یعنی اشیائے عالم میں پنہاں مادی منافع کے حصول کے لئے) عالمِ اسلام کو حسبِ بالا چار اقدامات کرنے ضروری ہیں۔

قوموں کے انقلاب میں ثابت قدمی کی اهمیت:

خلاصہ یہ کہ اس قسم کے ایجابی اقدامات ہی تسخیر اشیاء اور خلافتِ ارض کے میدان میں ترقی و کامیابی کے ضامن ہیں جو امتِ اسلامیہ میں خود اعتمادی اور اس میں اپنے دین و ایمان کے تئیں احساسِ برتری پیدا کر سکتے ہیں، اسی وجہ سے ارشاد باری ہے:

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ لِيُثَبِّتَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ بُشْرىٰ لِلْمُسْلِمِيْنَ ۔ (۲)

تو کہہ دے اسے تیرے رب کی طرف سے پاک فرشتے نے سچائی کے ساتھ اتارا ہے تاکہ ایمان والوں کے دل جمادے اور فرماں برداروں کے لئے ہدایت اور خوش خبری ہے۔

يٰٓا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوْا اللّٰهَ يَنْصُرْ كُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۔ (۳)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے رکھے گا۔

اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے امت کو اسی قسم کے استقلال اور ثابت قدمی کی ضرورت ہے جو دینِ اسلام کو مستحکم اور ان کی اجتماعی زندگی سے دشمن کے خوف کا

۱۔ تفسیر البیضاوی: ۳ / ۳۵۰، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۶ھ،

۲۔ سورۃ النحل، آیت ۱۰۲،

۳۔ سورۃ محمد، آیت ۷،

ازالہ کردے۔ موجودہ سنگین صورتِ حال کا تقاضا ہے کہ ہم امت کی فلاح و بہبود، اس کے کھوئے ہوئے وقار کی بحالی اور حالات کے سدھار کے لئے ایک منظم طریقے سے ٹھوس اقدامات کریں جو قرآنی روح کے عین مطابق ہوں، یہاں تک کہ ہم سچائی و حقیقت کے ایک بلند معیار کو چھولیں اور ایک ایسا ماحول پیدا کریں جو امت اسلامیہ اور دین ابدی کو سربلندی سے ہمکنار کرسکے۔

اسلام کی ہمہ جہت رہنمائی :

الغرض اگر ہم اسلامی اصولوں اور عصری تقاضوں کے درمیان بغیر کسی رخنہ اندازی کے تطبیق دیں تو ہم بڑے خوش نصیب ہوں گے جیسا کہ مذکورۂ بالا مباحث سے واضح ہو گیا کہ اسلام سائنس و ٹکنالوجی، تہذیب و تمدن اور صنعت و حرفت کی ترقی کی راہ میں روڑے نہیں اٹکاتا، جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہو گیا ہے۔ اس کے برخلاف وہ عزت و گوشہ نشینی کی مخالفت کرتے ہوئے عروج و ترقی کی دعوت دیتا ہے، جیسا کہ اس پر کتاب اللہ کے منصوص اور واضح بیانات شاہد ہیں۔

لہٰذا اسلام کو ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی کا حاکم اعلیٰ ماننے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے، جو کہ ہمارے افکار و عقائد اور زندگی کے تمام مظاہر کے ساتھ شانہ بہ شانہ چلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کتاب و سنت کا کوئی بھی منصوص بیان مسلمانوں کو تہذیب و تمدن کے میدان میں ترقی سے باز نہیں رکھتا اور نہ ہی اسلام عیسائیت کی طرف دنیوی زندگی اور تمدن کی تحقیر کرتا ہے۔

نوع انسانی کی ہدایت میں عیسائیت کی ناکامی کا یہی بنیادی سبب ہے جس کو مغربی اقوام نے بالکل رد کر دیا۔ اس کے برعکس اسلام تہذیب و تمدن کی ترقی کی راہ میں مسلمانوں کی پوری ہمت افزائی کرتا ہے، کیونکہ اس میدان میں ترقی سے خود دینِ ابدی کی حفاظت مطلوب ہے۔ اسی طرح اس سے اسلامی معاشرے کو اجنبی تہذیب و تمدن کے سامنے جھکنے سے روکنا بھی مقصود ہے، جس کے باعث وہ مذہب مخالف رجحانات کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس اعتبار سے

اسلام اپنی ہمہ جہت رہنمائی میں دوسروں سے ممتاز ہے، وہ اپنے متبعین کو احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا جو فکری انحطاط کو جنم دیتا ہے۔ لہٰذا اسلامی معاشرے کے ذہنی انتشار سے حفاظت کے لئے مذہب و تمدن میں کامل موافقت نہایت ضروری ہے۔ اسی وجہ سے وہ دین و دنیا اور شریعت و تمدن میں تفریق نہیں کرتا، کیونکہ وہ ہر اعتبار سے ایک کامل دین ہے اور تمدن ارتقاء ہمیشہ قرآن کے زیرِ سایہ رہنا چاہئے۔ یہی اس کی ہمہ جہت رہنمائی ہے۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اس کے تقاضے:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں خلیفہ بنا کر پیدا کیا اور اس کو اس نے علم اشیاء عطا کیا، تاکہ وہ دینِ ابدی کو قائم کرے اور منحرف مذاہب و فلسفوں پر اتمام حجت کا فریضہ انجام دے سکے۔ اس لحاظ سے جو بھی قوم اس علم کے حصول میں کوتاہی کرے گا اسے سوائے مایوسی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہی وہ سبق ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے قصے میں پوشیدہ ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔

خلافتِ ارض کے دو پہلو ہیں، ایک روحانی اور دوسرا مادی۔ خلافت کی تکمیل کے لئے ان دونوں میں مطابقت ضروری ہے۔ ان میں تفریق سے توازن بدل جائے گا۔ مسلمان آج خلافت کے میدان میں صرف روحانی پہلو کے مالک ہیں، جب کہ مغربی اقوام صرف مادی پہلو کے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ان دونوں کے ملاپ اور تطبیق ہی سے برپا ہو سکتی ہے۔ یہی وہ خلافتِ ارض ہے جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اس کی دوبارہ بحالی اور اسلامی عظمت کے دوبارہ حصول کے لئے ان دونوں میں کامل مطابقت ضروری ہے۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے اسلامی ممالک اور اس کے مختلف محاذوں میں تال میل ضروری ہے جو کہ ملتِ اسلامیہ کے اتحاد و بھائی چارے کا متقاضی ہے۔ یہی قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ اور تمام مسلمانوں کے لئے اس کا پیغام ہے۔

وَاِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنَ۔ (۱)

اور بے شک یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں۔ پس مجھ سے ڈرو۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (۲)

اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔ (۳)

اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

وَهُوَالَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوْكُمْ فِيْ مَا آتَاكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O (٤)

اس نے تمہیں زمین میں نائب بنایا ہے اور بعض کے بعض پر درجے بلند کر دئے ہیں تاکہ تمہیں اپنے دئے ہوئے حکموں میں آزمائے، بے شک تیرا رب جلدی عذاب دینے والا ہے اور بے شک البتہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ثُمَّ جَعَلْنَا كُمْ خَلَائِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ O (٥)

پھر ہم نے تم کو ان کے بعد زمین میں خلیفہ بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو؟

۱۔ سورۂ المومنون، آیت ۵۲،

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۳،

۳۔ سورۂ الانفال، آیت ۴۶،

۴۔ سورۂ الانعام، آیت ۱۶۵،

۲۔ سورۂ یونس، آیت ۱۴،

عمامہ میں اعتجار کے طریقہ پر ایک تحقیقی بحث

شاہ حسین گردیزی

انسانی جمالیات میں لباس کا ایک خاص کردار ہے' لباس سے ستر پوشی ہوتی ہے اور اس کے مناسب طریقہ استعمال سے انسانی حسن و جمال میں اضافہ ہوتا ہے اور آدمی بہت اچھا اور خوبصورت نظر آتا ہے۔

عمامہ جسے فارسی میں دستار اور اردو میں پگڑی کہا جاتا ہے صدیوں سے انسانی پہناوے میں شامل ہے' کہتے ہیں عربوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے رواج دیا' تاہم افریقی ممالک' ایران و فارس اور ہندوستان وغیرہ کے علاقوں میں اس کے استعمال کا رواج زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے اور ہر علاقہ میں اس کے باندھنے اور لپیٹنے کی اپنی طرز اور طریقہ ہے۔ بعض اوقات اس طرز و طریقہ سے علاقائیت جھلکتی ہے اور بعض صورتوں میں دینی و مذہبی شناخت کا احساس ہوتا ہے۔

چونکہ اہل عرب عمامہ استعمال کرتے تھے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمامہ کے استعمال میں مسلمانوں کی ایک طرز قائم کی تاکہ ان کی ظاہری ہیئت سے ہی ان کی دینی شناخت ہو جائے اور انہیں دور سے پہچاننے میں کسی تردد کی ضرورت نہ پڑے چنانچہ آپ نے فرمایا:

العمائم علیٰ القلانس

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ٹوپی پر عمامہ باندھے یعنی پہلے سر پر ٹوپی رکھیں پھر اس کے ارد گرد عمامہ لپیٹیں۔ اس عمل سے مسلمان دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے اور ان کی ظاہری شناخت میں آسانی ہو جائے گی۔

مگر جب عمامہ ٹوپی پر باندھا جائے تو اس کا بالائی حصہ کھلا رکھا جائے یا عمامہ سے لپیٹ دیا جائے کیونکہ بعض ٹوپی کا بالائی حصہ کھلا رکھتے ہیں اور بعض اس کا ڈھانکنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں صرف اس مسئلہ پر بحث کی جائے گی' اس لئے کہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ ٹوپی کے بالائی حصہ کا کھلا رکھنا "اعتجار" کہلاتا ہے اور یہ عمل مکروہ ہے اور اس میں نماز جائز نہیں ہے۔

"اعتجار" عربی زبان کا کلمہ ہے اور اس کی اصل "ع ج ر" یعنی عجر ہے۔ ایسے تین حرفی کلمہ کو عربی زبان میں ثلاثی مجرد کہا جاتا ہے' اسی سے "اعتجار" بنایا گیا ہے جو ثلاثی مزید فیہ کے باب افتعال کے وزن پر مصدر ہے جس کا معنی سر پر عمامہ لپیٹنا یا خواتین کا سر پر دوپٹہ لپیٹنا ہے۔ شیخ فیروز آبادی لکھتے ہیں :

الاعتجار لف العمامة دون التلحی' ولبسة للمراة' والمعجر کمنبر ثوب تعجر به(۱)

مصنف نے اس عبارت میں تین باتوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) عمامہ کو سر پر اس طرح لپیٹنا کہ اس کا کوئی بل ٹھوڑی کے نیچے سے نہ گزرے۔

(۲) یہ صرف خواتین کے استعمال کا کپڑا ہے جو وہ سر' منہ اور گردن کو چھپانے کے لئے استعمال کرتی ہیں۔

(۳) اور "معجر" ایک کلمہ ہے جو "منبر" کے وزن پر ہے اور ایک ایسے کپڑے کا نام ہے جس سے عورتیں اعتجار کرتی ہیں یعنی ایک خاص انداز میں سر' منہ اور گردن کو اس کپڑے کے ذریعے چھپاتی ہیں۔ اعتجار کے معنی کی وضاحت میں شیخ محمد بن مکرم مصری لکھتے ہیں :

الاعتجار و ھو لیّ الثوب علیٰ الراس من غیر ادارة تحت الحنك (۲)

یعنی کپڑے کو سر پر اس طرح لپیٹنا کہ ٹھوڑی کے نیچے سے اس کا کوئی بل نہ گزرے اعتجار کہلاتا ہے۔ ان دونوں عبارات سے یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ اہل لغت کے نزدیک "اعتجار" عام ہے کہ وہ عام کپڑے کے ساتھ ہو یا وہ مخصوص کپڑے کے ساتھ ہو جو ایک خاص انداز میں عمامہ کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ ہماری اس بات کی تائید شیخ محمد بن مکرم مصری کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے۔

الاعتجار بالعمامة ھو ان یلفھا علیٰ راسه و یرد طرفھا علیٰ وجھه ولا یعمل منھا شیاءً تحت ذقنه۔(۳)

یعنی اعتجار بالعمامہ یہ ہے کہ آدمی عمامہ کو سر پر لپیٹ لے اور اس کے کنارہ کو چہرہ پر ڈال لے' اور

۱۔ قاموس' ج ۲' ص ۸۵۔ ۲۔ لسان العرب' ج ۴' ص ۵۴۴۔

۳۔ لسان العرب' ج ۴' ص ۵۴۴۔

ٹھوڑی کے نیچے سے اس کا کوئی حصہ یا بل نہ گزارے۔ مصنف نے یہاں "اعتجار بالعمامہ" کہہ کر اس کی مندرجہ بالا تقسیم کی طرف اشارہ دیا ہے۔ بہر صورت اعتجار بالثوب ہو یا بالعمامہ مطلب دونوں کا یہ ہے کہ اعتجار اس کو کہتے ہیں کہ کپڑا یا عمامہ سر پر لپٹا ہوا ہو اور اس کا کوئی حصہ ٹھوڑی کے نیچے سے نہ گزرا ہوا ہو' البتہ اس کی ایک طرف چہرہ پر ہو۔ اعتجار کے بارے میں یہ اہل لغت کا موقف ہے کہ اعتجار کا تعلق مردوں اور خواتین دونوں سے ہے اور یہ سر کو ایک انداز میں ڈھانپنے اور ڈھانکنے سے ہے لفظ "معجر" کے بارے میں شیخ محمد بن مکرم مصری لکھتے ہیں :

ثوب تعجر به المراة اصغر من الرداء و اکبر من المقنعة (۱)

یعنی معجر ایک کپڑا ہے جس سے عورت اپنے سر کو ڈھانپتی ہے' وہ رداء یعنی چادر سے چھوٹا اور مقنعہ (ایک چھوٹا سا کپڑا جس سے عورتیں سر باندھ لیتی ہیں) سے بڑا ہوتا ہے۔

حضرت شیخ ابراہیم حلبی صغیری میں لکھتے ہیں :

المعجر بوزن منبر ثوب تلفه المراة علیٰ راسها۔(۲)

یعنی معجر کا تلفظ منبر کی طرح ہے وہ ایک کپڑا ہوتا ہے جو عورت اپنے سر پر لپیٹتی ہے' گویا اعتجار اصل میں عورت یا مرد کا سر پر کپڑے کے لپیٹنے کے عمل کو کہتے ہیں اور معجر اس اوڑھنی کا نام ہے۔ جو خواتین اپنے سروں پر لپیٹتی ہیں۔ یہ اہل لغت کے ہاں اعتجار کی تعریف ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو جس طرح نماز ادا کرنے کا ایک باوقار و باعزت طریقہ تعلیم دیا اسی طرح جو چیز حالت عبادت اور نماز کے منافی تھی اس سے احتراز کرنے کی تربیت بھی دی۔ آپ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

لا یصلی احدکم و ثوبه علیٰ انفه' فان ذٰلك خطم الشیطان۔(۳)

تم میں سے کوئی آدمی اس حالت میں نماز نہ پڑھے کہ اس کا کپڑا اس کی ناک پر ہو' بے شک یہ شیطان کی نکیل ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دورانِ نماز ناک کو کپڑے سے ڈھانپ لینا یا

۱۔ لسان العرب' ج ۴' ص ۵۴۴۔ ۲۔ صغیری' ص ۱۸۱۔

۳۔ طبرانی' ج ۱۲' ص

نقاب سے ناک چھپالینا ممنوع ہے۔ نماز کے دوران اس عمل کو آپ نے شیطان کی نکیل قرار دیا۔ اس لئے کہ اس سے مردانہ وجاہت وو قار اور شائستگی و متانت میں کمی واقع ہوتی ہے۔ یہ حدیث مبارکہ "اعتجار" کی اصل ہے کیونکہ نماز میں ناک کے چھپانے کے عمل کو "اعتجار" کہا جاتا ہے۔ حضرات فقہاء کرام نے امام محمد شیبانی کا قول لکھا ہے:

لا یکون الاعتجار الامع تنقب وھو ان یلف بعض العمامة علیٰ راسه ویجعل طرفا منھا علیٰ وجھه.(۱)

اعتجار نقاب کی صورت کے بغیر نہیں ہوگا اور وہ یہ ہے کہ عمامہ کا بعض حصہ سر پر لپیٹ لیا جائے اور اس کے دونوں کنارے چہرہ پر ڈال لئے جائیں۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام محمد قدس سرہ کے نزدیک اعتجار میں نقاب کا ہونا ضروری ہے اور اس کی جو صورت بیان کی گئی ہے کہ عمامہ کا بعض حصہ سر پر لپیٹ لیا جائے اور اس کی دونوں جانب چہرہ پر لپیٹ لی جائیں یہ "اعتجار" ہے اور یہ عمل نماز میں ممنوع ہے گویا اعتجار کے باب میں حضرت امام محمد قدس سرہ سے منقول ہونے کی وجہ سے یہ حنفیوں کا قدیم اور اصل مذہب ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ظاہر الروایہ میں اور پھر قدوری 'کنز' وقایہ 'نقایہ اور تنویر الابصار میں جو فقہ حنفیہ کی متون ہیں 'اعتجار کا ذکر نہیں ہے۔

تیسری صدی ہجری میں قاضی فخر الدین حسن خان اوزجندی قدس سرہ فقہ حنفیہ کے ایک بڑے روشن دماغ مجتہد فقیہہ گزرے ہیں جنہوں نے اس مسئلہ پر توجہ کی اور ایک اجتہادی فیصلہ کیا جسے بعد میں آنے والے فقہاء کرام نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اسے مزید آگے بڑھایا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

یکرہ الاعتجار و ھو ان یشدراسه بالمندیل و ینزك وسط راسه(۲)

اعتجار مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سر کو رومال سے باندھ لینا اور سر کا درمیانی حصہ کھلا چھوڑ دینا۔

حضرت قاضی اوزجندی کے عہد میں اوباش و اشرار لوگوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ رومال سر کے اردگرد لپیٹ لیتے اور درمیان کے بالوں کو ننگا اور کھلا چھوڑ دیتے تھے' حضرت قاضی

۱۔ البدائع الصنائع' ج ۱' ص ۲۱۶۔ ۲۔ فتاویٰ قاضی خان' ج ۱' ص ۵۸۔

اوزجندی نے 'رومال کے اس طرح کے استعمال کو اعتجار قرار دے کر اسے نماز میں مکروہ قرار دیا۔
اسی مسئلہ کو شیخ طاہر عاری اس طرح لکھتے ہیں :

یکرہ ان یصلی وھو معتجر' وھو ان یشد العمامة حول راسه و یدع ھامته کما یفعله الشطار۔(۱)

اعتجار کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سر کے اردگرد عمامہ باندھ لینا اور چوٹی کو کھلا چھوڑ دینا ہے جیسا کہ آوارہ لوگ کرتے ہیں۔

اس عبارت میں شیخ طاہر عاری نے لکھا ہے کہ اعتجار کی حالت میں نماز کی ادائیگی مکروہ ہے اور اعتجار کی وضاحت میں لکھا کہ سر کے گرد عمامہ باندھ لیں اور درمیانی حصہ کو کھلا چھوڑ دیں اور مزید اس کی وجہ کراہت کی بھی صراحت کر دی کہ جیسا اشرار اور آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے لیکن مندیل یعنی رومال کے بجائے عمامہ کا کلمہ استعمال کیا اور اعتجار کو اہل فسق و فساد کا طریقہ قرار دیا یعنی اس صورتِ استعمال میں خرابی اور برائی اہل فسق و فساد کے اختیار کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی' اس لئے اسے اعتجار قرار دیا گیا اور عبادت کا تقاضا ہے کہ عاجزی وانکساری اور الذین انعمت علیہم کا طریقہ اور وضع و قطع اختیار کی جائے۔ حضرت ابن ہمام لکھتے ہیں :

یکرہ الاعتجار ان یلف العمامة حول راسه و یدع و سطھا کما تفعله الدعرة' و متوشحا لا یکرہ۔(۲)

اعتجار مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سر کے گرد عمامہ لپیٹ لینا اور اس کے درمیان کو چھوڑ دینا ہے جیسا کہ اشرار لوگ کرتے ہیں اور تمام سر ڈھکا ہونے کی صورت میں کراہت نہیں ہے۔

امام ابن ہمام نے بھی اس عبارت میں اعتجار کی کراہت' اور اس کی وضاحت' پھر اہل فسق و فساد کا اسے اختیار کرنا بیان کیا ہے اور آخر میں اس بات کا ذکر کیا کہ اگر عمامہ سے سارے سر کو ڈھانپ لیا جائے تو اس میں کراہت نہیں ہو گی' یعنی کراہت کی صرف یہ صورت ہے کہ سر کے اردگرد عمامہ لپیٹ لیا جائے اور درمیانی حصہ کھلا چھوڑ دیا جائے۔ شیخ نظام الدین لکھتے ہیں :

یکرہ الاعتجار و ھو ان یکور عمامته و یترك وسط راسه

۱۔ خلاصۃ الفتاویٰ' ج ۱' ص ۵۷۔ ۲۔ فتح القدیر' ج ۱' ص ۳۵۹۔

مکشوفاً۔(۱)

اعتجار مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے عمامہ کو سر کے گرد لپیٹ لے اور درمیانی حصہ کو کھلا چھوڑ دے۔

شیخ نظام الدینؒ نے بھی اعتجار کی کراہت بیان کی اور پھر اعتجار کی وضاحت کی اور اس صورتِ استعمال کو ممنوع ٹھہرایا۔اسی موضوع پر شیخ حسن شرنبلالی لکھتے ہیں:

یکرہ الاعتجار و ھو ان یلف العمامۃ حول راسہ و یدع وسطھا کما یفعلہ الدعرۃ و متوشحاً لا یکرہ (۲)

اعتجار مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عمامہ کو اپنے سر کے گرد لپیٹ لے اور اس کے درمیانی حصہ کو کھلا چھوڑ دے جیسا کہ اشرار لوگ کرتے ہیں اور اگر پورا سر ڈھکا ہوا ہو تو مکروہ نہیں ہوگا۔

شیخ شرنبلالی نے بھی اعتجار کی کراہت کو بیان کیا اور پھر اعتجار کی عملی صورتِ حال کی وضاحت کی اور یہ کہا کہ جیسا کہ اہل فسق و فساد کرتے ہیں اور آخر میں یہ بھی کہا کہ اگر سارا سر عمامہ سے ڈھانپا ہوا ہو تو پھر مکروہ نہیں ہوگا۔ یہ بات اس سے پہلے فتح القدر کے حوالے سے بھی لکھی جاچکی ہے۔ تاہم ''لا یکرہ'' کا مطلب یہ ہے کہ عمامہ سے اگر سارے سر کو چھپالیا جائے تو قاعدہ اور ضابطہ کے حساب سے اس پر کراہت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ نہ یہ کہ اس میں کوئی حسن و خوبی پائی جاتی ہے۔ حسن و خوبی تو امر مشروع اور سنت میں ہوتی ہے۔ لیکن بعض فقہاء کرام نے اعتجار کی تعریف میں وسعت پیدا کی چنانچہ شیخ فخر الدین عثمان زیلعی لکھتے ہیں:

یکرہ الاعتجار وھو ان یکور عمامتہ و ینزك وسط راسہ مکشوفاً و قیل ان ینقب بعمامتہ فیغطیٰ انفہ اما للحرا و للبرد او للتکبر۔(۳)

اعتجار مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عمامہ کے بند لپیٹ لے اور سر کے درمیانی حصہ کو کھلا چھوڑ دے اور کہا گیا ہے کہ اپنے عمامہ سے نقاب بنالینا چنانچہ

۱۔ فتاویٰ ہندیہ، ج ۱، ص ۱۰۶۔ ۲۔ حاشیہ دار الحکام، ص ۱۰۶

۳۔ تبیین الحقائق، ج ۱، ص ۱۶۴۔

اپنی ناک کو چھپالینا یہ عمل گرمی یا سردی سے بچاؤ کے لئے ہو یا تکبر کے اظہار کے طور پر ہو۔

شیخ زیلعی نے اس مقام میں اعتجار کی دو تعریفیں کی ہیں۔ پہلی تعریف تو وہی ہے جو حضرت قاضی خان نے کی تھی اور بعد کے فقہاء نے اسے قبول کر کے آگے بڑھایا ہے اور اس کی وجہ کراہت اشرار اور اوباش لوگوں کا اسے اختیار و استعمال کرنا ہے اور قیل سے انہوں نے اعتجار کی دوسری تعریف کی جس میں عمامہ کو بطور نقاب استعمال کر کے ناک کو چھپایا جائے' چاہے یہ عمل گرمی و سردی سے تحفظ اور بچاؤ کے لئے اختیار کیا جائے یا تکبر و غرور کے اظہار کے لئے اس صورت کو اپنایا جائے' دونوں صورتوں میں مکروہ و ممنوع ہے' اور اعتجار کی یہ دوسری تعریف گزشتہ صفحات میں بیان کردہ روایت کے مطابق اور امام محمد کے مذہب کے موافق ہے۔ شیخ ابو اللیث سمرقندی بھی اعتجار کی دو تعریفیں کرتے ہیں۔

یکره الاعتجار و هو ان یشد العمامة علیٰ راسه و یبدی هامته و قیل ان یلف بعضها علیٰ راسه و یرسل طرفا منها۔(۱)

اعتجار مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عمامہ سر پر باندھ لینے اور چوٹی کھلی چھوڑ دینا ہے اور کہا گیا ہے کہ عمامہ کا کچھ حصہ سر پر لپیٹ لینا اور اس کے دونوں کنارے لٹکا لینا۔

شیخ سمرقندی نے اعتجار کی ایک تو وہی سابقہ تعریف کی ہے اور قیل سے انہوں نے دوسری تعریف کی اور وہ یہ ہے کہ عمامہ کا بعض حصہ تو وہ سر پر لپیٹ لے اور اس کے دونوں کونے سامنے لٹکا لے۔ یہ دوسری تعریف شیخ زیلعی کی دوسری تعریف سے قدرِ مختلف ہے وہاں یہ تھا کہ عمامہ سے نقاب کا کام لے اور ناک کو ڈھانپ لے لیکن شیخ سمرقندی نے یہ کہا ہے کہ عمامہ کی دونوں طرفیں لٹکا لے اور اس مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے حضرت شمس الائمہ سرخسی قدس سرہ لکھتے ہیں۔

یکره ان یصلی وهو معتجر لنهی الرسول علیه الصلوٰة والسلام عن الاعتجار فی الصلوٰة و تفسیره ان یشد العمامة

۱۔ فتاویٰ النوازل' ص ۵۳۔

حول راسہ و یبدی ھامتہ مکشوفا کما یفعلہ الشطار و قیل ان یشتد بعض العمامۃ علیٰ راسہٖ و بعضھا علیٰ بدنہ. و عن محمد قال لا یکون الاعتجار الا مع تنقب وھو ان یلف بعض العمامۃ علیٰ راسہٖ و طرفا منہ یجعلہ شبہ المعجر للنساء وھو ان یلف حول وجھہ (۱)

اعتجار کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منع کرنے کی وجہ سے اعتجار کی حالت میں نماز ادا کرنے سے اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ سر کے گرد عمامہ باندھ لینا اور چوٹی کو کھلا چھوڑ دینا جیسا کہ اشرار لوگ کرتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمامہ کا بعض حصہ سر پر باندھ لینا اور بعض حصہ بدن پر ڈال دینا اور امام محمد شیبانی سے مروی ہے کہ اعتجار نقاب کے بغیر نہیں ہوتا اور وہ یہ ہے کہ عمامہ کا بعض حصہ سر پر لپیٹ لیا جائے اور اس کے دونوں کنارے خواتین کے دوپٹے کے مشابہ کر لئے جائیں اور وہ اس طرح کہ چہرہ کے گرد انہیں لپیٹ لیا جائے۔

حضرت شمس الائمہ نے اس عبارت میں ایک تو اعتجار کی حالت میں نماز کی ادائیگی کو مکروہ قرار دیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعتجار کی حالت میں نماز ادا کرنے سے نہی فرمائی ہے اور پھر اعتجار کی تین صورتیں بیان کیں۔ پہلی صورت تو وہی ہے جو اس سے پہلے حضرت قاضی خان اوزجندی اور دوسرے فقہاء کرام کے حوالے سے زیر بحث آچکی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ عمامہ کا کچھ حصہ سر پر ہو اور کچھ حصہ بدن پر لٹکا ہوا ہو۔ اگرچہ اس کے لٹکنے کی صورت کی وضاحت نہیں تاہم جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ اس کی طرفین بدن کے آگے والے حصہ پر لٹکی ہوئی ہو اور اعتجار کی تیسری صورت کا ذکر امام محمد بن حسن شیبانی کے حوالے سے کی ہے کہ ان کا مؤقف یہ ہے کہ اعتجار میں عمامہ کو نقاب کے طور پر استعمال کرنا ضروری ہے ورنہ وہ اعتجار کی صورت میں داخل نہیں ہوگا اور اس کی صورت یہ ہے کہ عمامہ کا درمیانی حصہ تو سر پر رہے اور اس کے دونوں کناروں سے چہرہ کو لپیٹ لے جیسا کہ عورتیں اپنے

۱۔ المبسوط، ج ۱، ص ۳۱۔

چہرے کپڑے سے لپیٹ لیتی ہیں، معجر اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے عورتیں اپنے چہرہ کو لپیٹتی ہیں یعنی اس کپڑے کو چہرہ پر ڈالنا امام محمد بن حسن شیبانی کے نزدیک کافی نہیں ہوگا بلکہ نقاب کے طور پر اس کا استعمال ضروری ہے یعنی ناک کو اس کپڑے سے چھپانا ضروری ہے۔

چنانچہ ان تینوں صورتوں میں اختلاف ہے اور ہر صورت میں اعتجار کا طریقہ مختلف ہو گا اس سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گی کہ اعتجار کی تعریف اور عملی صورت میں فقہاء کرام اختلاف رکھتے ہیں ایک کے نزدیک جو چیز اعتجار ہے وہ دوسرے کے نزدیک اعتجار نہیں ہے۔ اعتجار کے اس موضوع پر شیخ سدیدالدین کاشغری لکھتے ہیں :

یکرہ الاعتجار وھو ان یلف بعض العمامة علیٰ راسه و یجعل طرفا منه شبه المعجر للنساء و یلف حول وجھه وقال بعضھم ان یشد حول راسه بالمندیل و یبدی ھامته۔(۱)

اعتجار مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عمامہ کا بعض حصہ سر پر لپیٹ لیا جائے اور اس کی دونوں طرفیں خواتین کے دوپٹہ کے مشابہ کرلی جائیں اور چہرہ کے گرد لپیٹ لی جائیں اور بعض فقہاء کرام نے کہا ہے کہ رومال سر کے گرد لپیٹ لیا جائے اور چوٹی کھلی چھوڑ دی جائے۔

علامہ کاشغری نے اعتجار کی تعریف میں دو قول نقل کئے ہیں پہلا قول امام محمد شیبانی کا ہے اور دوسرا قول حضرت قاضی اوزجندی کا ہے۔ مصنف نے قول ثانی کے بارے میں قال بعضھم کہہ کر یہ بتایا کہ یہ بعض اہل علم کا مذہب ہے۔ کثیر یا اکثر کا نہیں ہے اور پہلا قول کثیر یا اکثر اہل علم کا ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ بعض کثیر کے مقابلہ میں ہوتا ہے جس میں دونوں جانب کے فرق کو واضح کیا جاتا ہے اور بعض اوقات ''اکثر'' کا استعمال ہوتا تو اس میں اس طرف اشارہ دیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں بھی ''کثیر'' اہل علم ہیں لیکن ''اکثر'' میں کثیر سے ذرا زیادہ اہل علم ہیں اور اگر اعتجار کے بارے میں کثیر اہل علم کا قول اختیار کر لیا جائے تو اس میں سر کے کھلا رہنے کا ذکر نہیں ہے۔ راقم الحروف کی رائے کے مطابق حضرت قاضی خان اوزجندی جو ایک بیدار مغز اور روشن دماغ فقیہہ تھے ان کے عصر اور عہد میں اشرار اور اوباش لوگوں نے سر پر کپڑا باندھنے کا یہ

۱۔ منیۃ المصلی، ص ۳۳۹۔

طریقہ کار اختیار کیا اور غالباً ان کی اکثریت نے اس طریقہ کار کو اپنایا' چنانچہ اس صورت حال کے پیش نظر انہوں نے اس کے اعتجار کا فتویٰ دیا۔ ورنہ اس سے پہلے اعتجار کی تعریف میں یہ چیز داخل نہ تھی۔ اور بعد میں فقہاء نے اس اجتہادی مسئلہ کو بھی حدیث نہی کے ضمن میں ذکر کیا۔ حضرت قاضی اوزجندی نے لکھا ہے کہ "ان یشد راسه بالمندیل" یعنی انہوں نے مندیل (یعنی رومال) کا کلمہ استعمال کیا اور بعد کے فقہاء کرام نے "عمامہ" کا کلمہ استعمال کیا' عمامہ اور مندیل میں فرق ہوتا ہے' مندیل جتنا بھی بڑا ہو اپنے طول میں عمامہ سے کم ہی ہوتا ہے اور اگر طول و عرض میں وہ عمامہ جتنا ہو تو اسے عمامہ کہا جائے گا۔ مندیل یعنی رومال نہیں کہا جائے گا۔ یا یہ کہیں گے کہ یہ عمامہ کے حکم میں ہے۔ ہمارے اس دور میں اشرار اور اوباش لوگوں نے عمامہ کا استعمال تو بالکل ترک کر دیا ہے اور رومال یا کسی کپڑے سے سر کو ڈھانپنا بھی عار سمجھتے ہیں بلکہ وہ ننگے سر رہنا اپنی بڑائی سمجھتے ہیں۔ اس ضمن میں اس سوال کا جواب بھی ضروری ہے کہ ایک شخص سر پر ٹوپی پہنے اور اس پر عمامہ باندھے لیکن ٹوپی کا بالائی حصہ کھلا رکھے تو کیا عمامہ اور ٹوپی کے اس طرح استعمال پر اعتجار کی تعریف صادق آئے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر اعتجار کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اس لئے کہ اعتجار کی اس تعریف میں "مکشوف الراس" کے کلمات استعمال ہوتے ہیں۔ لہٰذا "مکشوف الراس" کا اطلاق "مکشوف القلنسوہ" پر نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس دور میں اشرار اور اوباش لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ سر کے اوپر والے حصہ یعنی چوٹی کو کھلا رکھتے اور ارد گرد رومال لپیٹ لیتے تھے نہ یہ کہ وہ ٹوپی سر پر رکھتے تھے اور اس کے اوپر والے حصہ کو کھلا رکھتے تھے' اعتجار کی جس تعریف کی بنیاد پر "کشف راس" کو اعتجار قرار دیا جا رہا ہے وہ اشرار اور اوباش لوگوں کے عمل کی وجہ سے تھا تو جب "مکشوف القلنسوہ" اشرار اور اوباش لوگوں کا عمل ہی نہیں تھا تو پھر اسے اعتجار قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی آدمی کے سر پر ٹوپی ہو اور اس کے ارد گرد اس نے عمامہ لپیٹ رکھا ہو اور وہ اس حالت میں نماز ادا کر رہا ہو تو اس کے اس عمل کو مکروہ قرار نہیں دیا جا سکتا اور اعتجار کی جتنی بھی تعریفیں ہیں کسی کا بھی اس پر اطلاق نہیں ہو سکتا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان العمائم علی القلانس پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مبارکہ کا مفاد یہ ہے کہ ٹوپی کے اوپر کا حصہ کھلا رہنا چاہئے تاکہ دور ہی سے مسلم اور غیر مسلم کی شناخت ہو

سکے اور وہ شناخت ٹوپی کے بالائی حصے کے کھلا رہنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے بالائی حصے کو چھپا دیا جائے تو شناخت کا عمل دھندلا ہو جاتا ہے اور فریقین میں تفریق و امتیاز کے لئے کسی اور چیز کا سہارا لینا پڑے گا۔ اعتجار پر بحث کرتے ہوئے شیخ عالم بن العلاء ہندی لکھتے ہیں :

> یکرہ ان یصلی معتجراً وتکلموا فی تفسیر الاعتجار قال بعضھم ان یشد العمامة حول راسہ بالمندیل و یبدی ھامتہ کما یفعل بعض الشطارین وقال بعضھم ان یشد بعض العمامة علیٰ راسہ والبعض علیٰ بدنہ. وعن محمد رحمہ اللہ انہ قال لا یکون الاعتجار الا مع تنقب وھو ان یلف بعض العمامة علیٰ راسہ ویجعل طرفا منہ شبہ المعجر للنساء یلف حول وجھہ۔(۱)

> اعتجار کی حالت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اعتجار کی وضاحت میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا مندیل یعنی رومال کی طرح عمامہ لپیٹا جائے اور چوٹی کھلی چھوڑ دی جائے جیسا کہ بعض اشرار لوگ کرتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ عمامہ کا بعض سر پر باندھا جائے اور بعض بدن پر ڈال دیا جائے اور امام محمد سے مروی ہے کہ اعتجار نقاب کے ساتھ ہی ہوگا اور وہ یہ ہے کہ عمامہ کا بعض سر پر لپیٹ لیا جائے اور اس کے دونوں کنارے خواتین کے دوپٹہ کے مشابہ کر کے چہرہ کے گرد لپیٹ لئے جائیں۔

شیخ عالم ہندی نے اول تو یہ چیز بتائی کہ اعتجار کی حالت میں نماز کی ادائیگی مکروہ ہے اور اعتجار میں اختلاف کو بیان کیا اور تین قولوں کا ذکر کیا اور پہلے دونوں قولوں کو بعض کا مذہب قرار دیا۔ شیخ سدید الدین کاشغری نے ایک قول کو بعض کا مذہب قرار دیا اور شیخ عالم ہندی نے دونوں قولوں کو الگ الگ مذہب قرار دے کر دونوں کو بعض کا مذہب قرار دیا اور آخر میں امام محمد شیبانی کا قول نقل کیا اور اس کے ساتھ ''بعض'' کا کلمہ نہیں لکھا جس کا صاف طور پر یہ مطلب ہوا کہ اعتجار کے بارے میں وہ حنفیہ کا اصل مذہب ہو سکتا ہے لیکن مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات ظاہر ہوتی

۱۔ فتاویٰ تاتارخانیہ' ج ا' ص ۵۶۱۔

ہے کہ اس میں قاضی خان اوز جندی والے مذہب میں تو اعتجار کا تعلق "کشف راس" سے ہے اور باقی دونوں عمامہ کی طرفین یعنی اس کے دونوں کناروں کے استعمال سے متعلق ہیں۔ گویا اعتجار کو وسعت دینے کے باوجود ٹوپی کا بالائی حصہ کھلا رکھنا اس میں شامل نہ ہو سکا۔ اس مسئلہ اعتجار پر اظہار خیال کرتے ہوئے امام علاء الدین کاسانی لکھتے ہیں :

یکرہ ان یصلی معتجراً لماروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی عن الاعتجار، و اختلف فی تفسیر الاعتجار. قیل ھو ان یشد حوالی راسہ بالمندیل ویترکھا منہ وھو تشبیھہ باھل الکتاب، قیل ان یلف شعرہ علیٰ راسہ بالمندیل فیصیر کا العاقص شعرہ. والعقص مکروہ کما ذکرنا و عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ انہ قال لا یکون الاعتجار الا مع تنقب وھو ان یلف بعض العمامۃ علیٰ راسہ و یجعل طرفا منھا علیٰ وجھہ لمعجر النساء اما لاجل الحر والبرد او للتکبر۔(۱)

اعتجار کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس واسطہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتجار سے منع فرمایا ہے۔ اعتجار کی صورت میں اختلاف کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ سر کے گرد رومال باندھ لیا جائے اور اس کا درمیانی حصہ چھوڑ دیا جائے اور یہ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ بالوں کو رومال کے ساتھ سر پر لپیٹ لیا جائے۔ پس یہ اس طرح ہو جائے گا کہ جس شخص نے اپنے بالوں کا جوڑا بنا لیا ہو اور جوڑا مکروہ ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور امام محمد سے مروی ہے کہ اعتجار میں نقاب کا ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ عمامہ کا کچھ حصہ سر پر لپیٹ لیا جائے اور اس کے دونوں کنارے چہرہ پر ڈال لے خواتین کے دوپٹہ کی طرح چاہے یہ گرمی وسردی سے بچاؤ کی وجہ سے ہو یا تکبر کے اظہار کیلئے۔

امام کاسانی نے اعتجار کی حالت میں نماز کی ادائیگی کو مکروہ قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا کہ

۱۔ البدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۱۶۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعتجار سے منع کیا ہے گو انہوں نے باقاعدہ کوئی حدیث مبارکہ نقل نہیں کی ہے۔ اور اعتجار میں اختلاف کو بھی تسلیم کیا ہے اور اس میں تین مذہب بیان کئے ہیں۔ اس مقام پر ہم تینوں کی الگ الگ تفصیل بیان کریں گے۔

۱۔ سر کے ارد گرد رومال لپیٹ لے اور اس کا کچھ حصہ یعنی بالائی حصہ کھلا رہنے دے اور اعتجار کی اس صورت میں کراہت اہل کتاب کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہے۔ لیکن امام کاسانی نے اس پر کوئی شواہد پیش نہیں کئے اور امام کاسانی سے پہلے کے فقہاء کرام نے بھی اعتجار کی اس صورت میں کراہت کو اہل کتاب سے مشابہت پر موقوف نہیں رکھا بلکہ اشرار اور اوباش لوگوں کا عمل قرار دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں اہل کتاب عمامہ استعمال نہیں کرتے تھے' اس کا اشارہ ایک حدیث مبارکہ سے ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :

اعتموا خالفوا علیٰ الامم قبلکم۔(۱)

عمامہ باندھو اگلی امتوں کی مخالفت کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اہل کتاب عمامہ استعمال نہیں کرتے تھے' ہو سکتا ہے رومال استعمال کرتے ہوں تاہم حضرت کاسانی نے اس صورت میں "مندیل" کا لفظ استعمال کیا لیکن ذکر تو اس کو اعتجار کے ضمن میں کیا ہے۔ البتہ اس دور میں مشرکین عمامہ استعمال کرتے تھے مگر وہ ٹوپی پر عمامہ نہیں باندھتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو ٹوپی اور عمامہ دونوں کے استعمال کا حکم دیا اور فرمایا :

فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس۔(۲)

حدیث شریف میں مشرکین کا ذکر ہے اہل کتاب کا نہیں لیکن اس میں بھی کہیں اس بات کا ذکر نہیں کہ وہ سر کے ارد گرد عمامہ باندھ لیتے تھے اور بالائی حصہ کھلا رکھتے تھے بلکہ حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ وہ مشرکین بغیر ٹوپی کے عمامہ استعمال کرتے ہیں' پھر صحابہ کرام اور بعد کے عہد کا ایسا کوئی حوالہ نہیں ملتا کہ اعتجار کی یہ صورت اہل کتاب سے تشبیہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔ حتیٰ کہ فقہ حنفیہ کی بنیادی کتابیں جو امام محمد شیبانی کی تصنیف ہیں' ان

۱۔ شعب الایمان' ج ۵' ص ۷۶۱۔ ۲۔ سنن ابی داؤد' ج ۲' ص ۱۱۲۔

میں اعتجار کی اس صورت کا ذکر ملتا ہے اور نہ ہی اہل کتاب کے ساتھ اس کی مشابہت کی وجہ سے کراہت کا حکم ملتا ہے' اس لئے اعتجار کی اس صورت کی کراہت کی وجہ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت قرار دینا محل نظر ہے' اس موضوع امام ابن نجیم مصری لکھتے ہیں :

علل کراهة الاعتجار الامام الو لوالجی بانه تشبه باهل الکتاب قال وهو مکروه فی خارج الصلوٰة ففیها اولی۔(۱)

امام ولوالجی نے اعتجار کی کراہت کی علت اہل کتاب کی مشابہت قرار دی ہے اور فرمایا کہ یہ خارج نماز میں مکروہ ہے تو دوران صلوٰۃ بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے۔

امام ولوالجی نے اعتجار کی کراہت کی علت اہل کتاب سے مشابہت قرار دی ہے لیکن اعتجار کی مندرجہ بالا صورت اہل کتاب میں موجود ہی نہ تھی دوسری بات جو امام ولوالجی نے ارشاد فرمائی ہے وہ اولاً خارج صلوٰۃ میں مکروہ ہے اور صلوٰۃ میں بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے' حضرت شیخ نظام الدین نے بھی یہ لکھا ہے کہ :

قال الامام ولوالجی و هو یکره خارج الصلوٰة ایضاً۔(۲)

امام ولوالجی کی اصل عبارت تو ہمارے سامنے نہیں ہے لیکن ان دونوں عبارتوں میں تضاد کا شبہ ہوتا ہے۔ پہلی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اولاً خارج صلوٰۃ میں اس کی کراہت کے قائل ہیں اور عالمگیری کی عبارت سے یہ ترشح ہو رہا ہے کہ وہ اولاً دوران صلوٰۃ اس کی کراہت کے قائل ہیں اور ثانیاً خارج صلوٰۃ میں بھی اس کی کراہت کے قائل ہیں' یہاں "ایضاً" سے یہی بات ظاہر ہو رہی ہے۔ خیر اعتجار کی کراہت پر تو فقہاء کرام متفق ہیں بعض نے تو دوران صلوٰۃ کا ذکر بھی کیا ہے لیکن جب سب ہی نے اعتجار کو "مکروہات صلوٰۃ" میں ذکر کیا ہے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ دوران صلوٰۃ وہ اس کی کراہت پر متفق ہیں لیکن خارج صلوٰۃ پر گفتگو کی گنجائش ہے۔

۲۔ امام کاسانی نے اعتجار میں دوسرا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بالوں کو رومال سے سر پر لپیٹ لے تو یہ صورت "عاقص شعر" کی طرح ہو گی اور "عقص شعر" مکروہ ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ "عقص شعر" کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں کو ایک جگہ

۱۔ بحر الرائق' ج ۲' ص ۲۳۔ ۲۔ فتاویٰ ہندیہ' ج ۱' ص ۱۰۶۔

جمع کر کے جوڑا بنالیا جاتا ہے تو اس طرح کا جوڑا بنانا مکروہ ہے اور اس حالت میں نماز ادا کرنا بھی مکروہ ہے۔ اس کی وجہ فقہاء کرام نے یہ بیان کی ہے کہ بالوں کا بھی سجدہ ہوتا ہے اور جب آدمی سجدہ میں جاتا ہے تو اس کے بال بھی سجدہ میں جاتے ہیں تو جوڑا بنانے کا مطلب یہ ہوا کہ بالوں کو سجدہ میں جانے سے روک دیا گیا ہے۔ اس لئے فقہاء کرام اس عمل کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ اعتجار میں یہ دوسرا مذہب بھی اجتہادی ہے۔ احادیث میں اعتجار کی اس صورت کا وجود نہیں ہے۔ اسے ''عقص شعر'' پر قیاس کر کے مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ فقہاء کرام نے اعتجار کی جو صورتیں بیان کی ہیں اس میں یہ شامل نہیں ہے۔ امام کاسانی اس کے اظہار و بیان میں منفرد ہیں۔ تاہم امام کاسانی نے اس مذہب میں بھی ''مندیل'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اعتجار کے ان دونوں مذہبوں کا تعلق امام کاسانی کے نزدیک ''اعتجار بالعمامہ'' سے نہیں ''اعتجار بالمندیل'' سے ہے۔

۳۔ اعتجار کا جو تیسرا مذہب امام کاسانی نے بیان کیا ہے وہ امام محمد شیبانی کا مذہب ہے اور اس پر ہم پہلے بحث کر چکے ہیں۔ امام کاسانی نے اعتجار کے سلسلہ میں جو چیز بیان کی ہے اس میں ایک تو یہ ہے کہ اعتجار کی پہلی صورت میں کراہت کی علت اہل کتاب کے ساتھ مشابہت بیان کی ہے جو محل نظر ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ اعتجار کے سلسلہ میں جو دوسرا مذہب بیان کیا گیا ہے اس میں وہ منفرد ہیں لیکن ان دونوں مذہبوں کو ''قیل'' سے بیان کیا گیا ہے۔ جس کا عمومی طور پر یہ مطلب کہ یہ دونوں مذہب امام کاسانی کے نزدیک ضعیف ہیں اور ''قیل'' سے ان کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے اور جب امام محمد شیبانی کا مذہب بیان کیا تو اس میں ''قیل'' کو نہیں لایا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس مذہب کو قوی اور مضبوط سمجھتے ہیں اور بات بھی یہی ہے اور اعتجار میں حنفیہ کا قدیم اور اصل مذہب بھی یہی ہو سکتا ہے۔ تاہم امام کاسانی کے بیان کردہ تینوں مذہبوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ٹوپی کا بالائی حصہ اگر عمامہ سے خالی ہو تو وہ اعتجار میں شمار نہیں ہوگا۔ حضرت زین الدین ابن نجیم مصری اعتجار کی تشریح میں لکھتے ہیں:

یکره الاعتجار وهو لف العمامه حول راسه و ابداء الهامة

كما يفعله الشطار و في المحيط يكره الاعتجار لانه عليه السلام نهى عنه' وهو ان يكور عمامة و يترك وسط راسه مكشوفا كهيئة الاشرار' وقيل ان ينقب بعمامة فيغطى انفه كمعجر النساء' اما لاجل الحر والبرد او للتكبر' وهو مكروه يقول ابن عباس لايغطي الرجل انفه وهو يصلي. وفي المغرب و تفسير من قال هو ان يلف العمامة على راسه و يبدى الهامة اقرب لانه ماخوذ من معجر المراة وهو ثوب كالعصابة تلفه المراة على استدارة راسها۔(۱)

اعتجار مکروہ ہے اور وہ سر کے گرد عمامہ کا لپیٹنا ہے اور چوٹی کا کھلا رکھنا ہے جیسا کہ اشرار لوگ کرتے ہیں اور محیط میں ہے کہ اعتجار مکروہ ہے اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے نہی فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ عمامہ سر کے گرد لپیٹ لیا جائے اور درمیان کو کھلا چھوڑ دیا جائے جیسے اوباش لوگوں کی ہیئت ہوتی ہے اور کہا گیا ہے کہ عمامہ سے نقاب کا کام لیا جائے کہ ناک کو چھپا لیا جائے' خواتین کے دوپٹہ کی طرح۔ یہ عمل چاہے گرمی و سردی سے بچاؤ کے لئے ہو یا اظہار تکبر کے لئے یہ مکروہ ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ آدمی ناک کو نہ چھپائے جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو اور مغرب میں ہے کہ فقہاء کرام کے اس قول کی وضاحت کہ عمامہ کو سر کے گرد لپیٹ لے اور چوٹی کو کھلا چھوڑ دے۔ اس میں زیادہ قربت پائی جاتی ہے اس لئے کہ یہ "معجر المراۃ" سے لیا گیا ہے کہ وہ ایک کپڑا عصابہ یعنی پٹی کی طرح جسے خواتین سر کی گولائی پر لپیٹتی ہیں۔

امام زین الدین مصری نے اعتجار کو مکروہ قرار دے کر اس میں دو مذہب بیان کئے ہیں۔ ان میں سے پہلا یہ ہے کہ سر کے گرد عمامہ لپیٹ لیا جائے اور بالائی حصہ کو کھلا چھوڑ دیا جائے اور اس مذہب کو محیط کے حوالے سے دوبارہ بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

۱۔ بحر الرائق' ج ۲' ص ۲۳۔

اعتجار سے منع فرمایا ہے اور دو دفعہ ایسے اشرار اور اوباش لوگوں کا عمل اور ہیبت قرار دیا یعنی کراہت کا سبب اہل کتاب کی مشابہت نہیں بلکہ اشرار اور اوباش لوگوں کا طرز عمل قرار دیا اور دوسرا مذہب امام محمد شیبانی کا ہے جو ان کا نام لئے بغیر بیان کیا اور اس کی تائید و حمایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول پیش کیا اور اس قول کو "قیل" سے بیان کیا۔ اہل علم کی عادت ہے کہ جب ایک سے زیادہ قول بیان کئے جاتے ہیں تو "قیل" سے انہیں بیان کرتے ہیں وہ مراد ہو گی' یہاں "قیل" سے مراد قول کا ضعف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی تائید میں احادیث مبارکہ بھی ہیں اور حضرت ابن عباس کا قول بھی انہوں نے درج کیا ہے۔

امام زین الدین نے اس قول کہ "عمامہ سر پر لپیٹنا اور بالائی حصہ کو کھلا رکھنے" کے بارے میں کہا ہے کہ یہ مندرجہ بالا قول یعنی "ناک کو چھپانے" کے زیادہ قریب ہے اس لئے کہ یہ خواتین کے دوپٹہ سے اخذ کیا گیا ہے اور خواتین دوپٹے کو سر کی گولائی پر لپیٹتی ہیں یعنی دونوں میں "لف" کا معنی پایا جاتا ہے جس طرح خواتین اوڑھنی کو سر کے گرد لپیٹتی ہیں اسی طرح عمامہ سر کے ارد گرد لپیٹا جاتا ہے۔ گویا اس قول میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں' ایک اشرار اور اوباش لوگوں کے عمل سے مشابہت اور دوسری خواتین کے سر کے گرد کپڑا لپیٹنے سے مشابہت اور یہ دوسری وجہ زیادہ مؤثر ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام زین الدین مصری نے اعتجار کے سلسلہ میں دو مذہب بیان کئے لیکن انہوں نے کہیں اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اگر ٹوپی پر عمامہ بندھا ہوا ہو اور ٹوپی کا بالائی حصہ خالی اور ننگا ہو تو یہ اعتجار کے زمرے میں شامل ہو گا۔ انہوں نے سر کے بالائی حصہ کو کھلا رکھنے کے عمل کو اعتجار قرار دیا ہے۔ ٹوپی کے بالائی حصہ کو کھلا رکھنے کے عمل کو اعتجار قرار نہیں دیا۔ اس موضوع حضرت شیخ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں :

> الاعتجار لنهی النبی صلی الله علیه وسلم و هدشد الراس او تکویر عمامة علی راسه و ترك وسطه مکشوفا' و قیل ان یتنقب بعمامة فیغطیٰ انفه اما للحر او للبرد او للتکبر۔(۱)

اعتجار کی کراہت کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کی وجہ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ عمامہ کا سر پر باندھنا یا لپیٹنا اور درمیانی حصہ کھلا چھوڑنا

۱۔ ردالمحتار' فتاویٰ شامی' ج ۱' ص ۴۸۲۔

دینا ہے اور یہ کہا گیا کہ عمامہ سے نقاب ڈال لینا کہ اس سے ناک چھپالی جائے۔ یہ عمل چاہے گرمی و سردی سے بچاؤ کی وجہ سے ہو یا اظہار تکبر کے طور پر ہو۔

حضرت ابن عابدین شامی نے بھی دو مذہب بیان کئے لیکن اعتجار میں کراہت کی وجہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نہی کو قرار دیا اور عمامہ کے کناروں سے ناک کے چھپانے کو "قیل" سے بیان کیا۔ یعنی اعتجار کی صورت نقاب کو "قیل" سے ایک سے زیادہ اقوال کے ذکر کے لئے تعبیر کیا۔ ہم یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ عمامہ کو بطور نقاب استعمال کرنا اعتجار میں شامل ہے اور یہی وہ صورت ہے جس کا ذکر حضرت عبداللہ بن عباس نے کیا اور احادیث مبارکہ میں اس کا بیان ہے جسے "تغطیۃ الانف" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مگر حضرت شامی سمیت کسی فقیہہ نے ٹوپی کے بالائی حصہ کو عمامہ سے خالی یا کھلا رکھنے کے عمل کو اعتجار قرار نہیں دیا۔ شیخ ابراہیم حلبی اعتجار کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

یکرہ وھو ای الاعتجار ان یلف بعض العمامة علیٰ راسه و یجعل طرفا منه ای من الثوب الذی لف به عند عامة ای یترك طرفا من العمامة شبه المعجر الکائن للنساء و یلف حول وجھه. والمعجر یوزن منبر ثوب تلفه المراۃ علیٰ راسھا. وقال بعضھم الاعتجار ان یشد حول راسه دائراً راسه بالمندیل ونحوہ ویبدی ای یظھر ھامة ای اعلیٰ رأسه و ربما یکون وجه کراھته التشبه بالمراۃ و کشف وسط الراس لکونه فعل الجفاۃ من الاعراب۔(۱)

اعتجار مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عمامہ کا بعض سر پر لپیٹ لیا جائے اور اس کی دونوں طرفیں یعنی وہ کپڑا جو اس نے لپیٹا ہے عامہ کے نزدیک یعنی عمامہ کی دونوں طرفیں چھوڑ دے۔ دوپٹہ کے مشابہ جو خواتین کے استعمال میں ہوتا ہے اور اسے چہرہ کے گرد لپیٹ لے۔ معجر، منبر کے وزن ایک کپڑے کو کہتے ہیں جس سے خواتین سر کو لپیٹتی ہیں اور بعض نے کہا

۱۔ کبیری، ص ۳۸۹۔

ہے کہ اعتجار یہ ہے کہ رومال وغیرہ کے ساتھ سر کے ارد گرد کو گولائی میں لپیٹ لیا جائے اور ہامہ کو کھلا رکھے یعنی سر کے بالائی حصہ کو، اور بعض اوقات کراہت کی وجہ خواتین سے مشابہت ہوتی ہے اور سر کے درمیانی حصہ کو کھلا رکھنا، اس لئے مکروہ ہے کہ یہ دیہاتی عربوں کے اجڈ لوگوں کا فعل ہے۔

شیخ حلبی نے اعتجار کو مکروہ قرار دیا اور پھر اس کی صورت بیان کی کہ عمامہ کا ایک حصہ سر پر باندھ لیا جائے اور اس کی دونوں جانب سر کے گرد لپیٹ لیں جائیں جیسا کہ خواتین نقاب کو چہرہ پر لپیٹ لیتی ہیں اور ناک تک کے حصہ کو چھپا لیتی ہیں اور ساتھ ہی اس بات کی بھی وضاحت کردی کہ عامہ مشائخ کے نزدیک اعتجار کی صورت یہ ہے اور اس صورت میں سر کے کھلا رکھنے کا ذکر نہیں بلکہ اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ خواتین کی طرح مرد عمامہ کی دونوں جانب سے چہرہ کو ڈھانپ لے۔ چونکہ یہ خواتین کا عمل ہے لہٰذا اس مشابہت کی وجہ سے مرد کے لئے نماز میں یہ طریقہ کار اختیار کرنا ممنوع و مکروہ ہے اور شیخ حلبی نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض اوقات کراہت عورت کے کسی عمل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے بعد بعض فقہاء کرام کا مذہب بیان کیا کہ رومال وغیرہ سے سر کے ارد گرد کو لپیٹ لیا جائے اور بالائی حصہ کے بالوں کو کھلا رکھا جائے اور اعتجار کی اس صورت کی کراہت کی وجہ سے بیان کرتے ہوئے لکھا "لکونہ فعل الجفاۃ من الاعراب" یعنی اعتجار کی یہ صورت اس لئے مکروہ ہے کہ یہ عرب کے دیہاتی اجڈ لوگوں کا طریقہ کار ہے۔ اس مشابہت کی وجہ سے یہ عمل نماز میں ممنوع و مکروہ ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کشف ہامہ کی کراہت صرف تکبر و غرور کی وجہ سے نہیں بلکہ اجڈ لوگوں کے عمل اور شخصیت میں متانت اور شائستگی کے فقدان کے باعث بھی ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ مصنف نے عامہ مشائخ کے مذہب کے بیان میں عمامہ کا لفظ اور بعض کے مذہب میں مندیل کا لفظ استعمال کیا ہے اور اعتجار پر اتنی لمبی حث کے باوجود اس بات کا ذکر کہیں نہیں کہ اگر ٹوپی کا بالائی حصہ کھلا رکھا جائے تو وہ اعتجار میں شمار ہوگا۔

ہمارے فقہاء کرام نے اعتجار بالنقاب کے قریب قریب ایک اور صورت کو بھی بیان کیا ہے چنانچہ حضرت عثمان زیلعی نے لکھا ہے :

یکرہ التلثم وھو تغطیة الانف والفم فی الصلوٰةلانه یشبه فعل المجوس حال عبادتھم النیران۔(۱)

یعنی تلثم نماز میں مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ناک اور منہ یعنی مابین الشفتین کو دوران نماز ڈھانک کر رکھنا اس کی وجہ مشابہت یہ ہے کہ آتش پرست آگ کی عبادت کے وقت ناک اور منہ کو کپڑے سے چھپا لیتے تھے۔ یہی بات امام زین الدین مصری نے لکھی ہے۔

ومن المکروہ التلثم ھو تغطیة الانف والوجه فی الصلوٰة لانه یشبه فعل المجوس حال عبادتھم النیران. کذاذ کرہ الشارح' لکن التلثم ھو تغطیة الانف والوجه کما فی المحیط۔(۲)

امام زین الدین مصری نے یہ بیان کیا ہے کہ تلثم مکروہ ہے اور وہ ناک اور منہ کو چھپانا ہے اس لئے کہ آتش پرست آگ کی عبادت کے وقت یہ عمل کرتے تھے اور پھر محیط کے حوالہ سے بھی تلثم کا معنی بیان کیا کہ وہ ناک اور منہ کا چھپانا ہے۔ علامہ محمد علاؤالدین حصکفی نے بھی تلثم کا ذکر کیا ہے۔

یکرہ اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم۔(۳)

یعنی اعتجار سے الگ تلثم کا ذکر کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حصکفی اعتجار اور تلثم کے مابین فرق کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اعتجار بالنقاب میں ناک کا چھپانا ہوتا ہے اور تلثم میں ناک اور فم دونوں کو چھپانا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت حصکفی کی اتباع میں امام شامی نے دونوں کی وضاحت کی' چنانچہ اعتجار کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے تلثم کے بارے میں لکھتے ہیں :

ھو تغطیة الانف والفم فی الصلوٰة لانه یشبه فعل المجوس حال عبادتھم النیران۔(۴)

ان تمام فقہاء کرام نے جہاں اعتجار کی وضاحت کی ہے وہاں تلثم کو بھی بیان کیا ہے اور

۱۔ تبیین الحقائق' ج ۱' ص ۱۶۴۔ ۲۔ بحر الرائق' ج ۲' ص ۲۵۔

۳۔ در المختار' ج ۱' ص ۴۸۲۔ ۴۔ رد المحتار' ج ۱' ص ۴۸۳۔

دونوں میں فرق یہ ہے کہ اعتجار بالنقاب میں ناک کا کپڑے سے چھپا ہوا ہونا ضروری ہے اور تلثم میں ناک اور فم یعنی مابین الشفتین کا ڈھکا ہوا ہونا لازمی ہے۔ یہ وہ صورت تھی جو اعتجار کے قریب قریب تھی حضرات فقہاء کرام نے اس کو بھی بیان کیا اور اس کا حکم بتایا اور اس کی کراہت کی وجہ کو بیان کیا۔ اگر ٹوپی کا بالائی حصہ عمامہ سے کھلا رہنا اعتجار ہوتا تو حضرات فقہاء ضرور اس کا ذکر کرتے اس کے حکم اور پھر وجہِ کراہت کو بیان کرتے مگر ایسا نہ ہوا۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس عمل کو اعتجار میں شمار نہیں کرتے تھے۔

جو لوگ ٹوپی کے بالائی حصہ کو کھلا رکھنا اعتجار قرار دیتے ہیں ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر عمامہ کا ایک بل بالائی حصہ سے گزار دیا جائے تو پھر اعتجار نہیں ہوگا۔ ان کا یہ قول بھی پہلے قول کی طرح خود ساختہ اور من گھڑت ہے اور فقہی دنیا میں اس کا کوئی وجود و ثبوت نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب ٹوپی کا بالائی حصہ کھلا رکھنا اعتجار کی کسی صورت میں داخل ہی نہیں ہے تو پھر اس پر سے عمامہ کا ایک بل گزار کے اعتجار سے نکالنے کا کیا مطلب ہوا۔ نہ اِس کا کوئی ثبوت نہ اُس کا کوئی ثبوت۔ نہ اِس پر کوئی دلیل نہ اُس پر کوئی دلیل، اپنی خواہش سے ایک چیز کو مکروہ قرار دیا اور پھر اپنی خواہش سے اسے قید کراہت سے رہائی دلائی۔

اس سلسلہ میں ہماری آخری گزارش ہے کہ اہل علم کے کسی قول کو اختیار کرنے اور عمل کرنے سے اسے تقویت ملتی ہے اور ان کا یہ عمل اس قول کی قبولیت کیلئے دلیل ہوتا ہے چنانچہ ہزاروں اور لاکھوں اہل علم نے عمامہ کو ٹوپی پر اس انداز سے لپیٹا کہ ٹوپی کا بالائی حصہ نظر آتا تھا چودھویں صدی کے مجدد کامل اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ عمامہ ٹوپی پر اس طرح لپیٹتے تھے کہ ٹوپی کا بالائی حصہ نظر آتا تھا اور ہمارے اس عہد کے فاضل کامل اور عالم جلیل شیخ القرآن حضرت مولانا عبد الغفور ہزاروی قدس سرہ اور استاذ العلماء والفضلاء حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی قدس سرہ وہ شخصیات ہیں جو عمامہ ٹوپی پر اس طرح لپیٹتے تھے کہ ٹوپی کا بالائی حصہ بالکل صاف دکھائی دیتا تھا یعنی عمامہ سے ٹوپی کے بالائی حصہ کو ڈھانکتے نہیں تھے، ان نفوس قدسیہ نے ٹوپی کے بالائی حصہ کو کھلا چھوڑ دینے پر عمل کر کے اس کے اعتجار میں داخل ہونے کی نفی کر دی۔ گویا اہل علم قولاً اور فعلاً ٹوپی کے بالائی حصہ کے کھلا رہنے پر اعتجار کے قائل نہیں۔ قولاً اس طرح کہ

کسی نے مندرجہ بالا صورت کو اعتجار قرار نہیں دیا اور عملاً اس طرح کی ٹوپی کا بالائی حصہ کھلا رکھ کے اس کے اعتجار کی نفی کر دی۔ اسی طرح موسم حج میں حرمین شریفین میں شرق و غرب اور جنوب و شمال کے اہل علم جمع ہوتے ہیں' ان میں جو لوگ عمامہ استعمال کرتے ہیں' وہ ٹوپی کا بالائی حصہ کھلا رکھتے ہیں اور اس کے ارد گرد عمامہ لپیٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ یعنی عملاً سب اس کے اعتجار کی نفی کے قائل ہیں۔ اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه۔

خلاصۂ کلام

قارئین کرام! اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اعتجار کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

۱ اعتجار کی یہ صورت کہ نماز میں ناک کسی کپڑے یا عمامہ سے چھپی ہوئی ہو' حدیث مبارکہ اور حضرت عبداللہ بن عباس کے قول سے ثابت ہے اور حضرت امام محمد شیبانی سے منقول "قول" میں بھی اسی کو اعتجار قرار دیا گیا ہے اور دوسرے فقہاء کرام نے بھی اسے اعتجار کی صورت قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں اس عمل کو شیطان کی تکیل قرار دیا ہے اور اکثر نے عورتوں کے استعمال کے ایک کپڑے جسے "معجر" کہا جاتا ہے سے مشابہت کی وجہ سے مکروہ قرار دیا ہے۔ معجر چادر اور سربند کے درمیان کا کپڑا ہوتا ہے جسے ہم اوڑھنی یا دوپٹہ کا نام دے سکتے ہیں' اس لئے کہ عورتیں اس کپڑے سے جہاں سر کو ڈھانکتی ہیں وہاں نقاب کی صورت میں ناک کو بھی اس سے ڈھانک لیتی ہیں۔

۲۔ اعتجار کی دوسری صورت یہ ہے کہ سر کے ارد گرد رومال یا عمامہ لپیٹ لیا جائے اور اس کا بالائی حصہ کھلا چھوڑ دیا جائے۔ حضرات فقہاء کرام نے اس عمل کو نماز میں مکروہ قرار دینے کی وجہ جو کثرت سے بیان کی ہے وہ اس طرح ہے کہ یہ اوباش اور آوارہ لوگوں کا عمل ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ عرب کے دیہاتی اور اجڈ لوگوں کا عمل ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں بھی من وجہ عورتوں کے دوپٹہ کے استعمال سے مشابہت پائی جاتی ہے اور بعض نے اہل کتاب کے ساتھ مشابہت قرار دی ہے۔

۳۔ اعتجار کی تیسری صورت یہ ہے کہ عمامہ کا کچھ حصہ سر پر لپیٹ لیا جائے اور اس کے دونوں کنارے بدن کے سامنے والے حصہ پر لٹکا لئے جائیں۔

۴۔ اعتجار کی چوتھی صورت یہ ہے کہ سر کے لمبے بالوں کو رومال کے ساتھ ملا کر سر کے گرد لپیٹ لیا جائے' فقہاء کرام نے اسے "عقص شعر" سے مشابہت کی وجہ سے مکروہ قرار دیا ہے۔

حضرات فقہاء کرام نے اعتجار کی یہ چار صورتیں بیان کی ہیں اور ان کو نماز میں مکروہ قرار دیا ہے اور اگر کوئی شخص ٹوپی پر عمامہ لپیٹے ہوئے ہے اور ٹوپی کا بالائی حصہ کھلا ہوا ہے اور وہ صاف طور پر دکھائی دے رہی ہے۔ چنانچہ اس عمل میں نہ تو اہل کتاب اور مجوس کے ساتھ مشابہت کا کوئی قول ہے اور نہ ہی اوباش اور اجڈ لوگوں سے اس کی مشابہت کا ذکر ہے اور نہ ہی عورتوں کے سر ڈھانکنے کے عمل یا نقاب کے ساتھ اس کی کوئی مشابہت ہے اور نہ ہی حضرات فقہاء کرام نے اس کا بیان کیا ہے۔ اس بحث میں مندرجہ حوالوں کے علاوہ ہم نے بے شمار کتب فقہ دیکھیں کسی مجتہد یا فقیہ کا کوئی قول ہمارے سامنے نہیں آیا اور نہ ہی کسی عربی ماخذ میں اس صورت کا ذکر ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ بعض لوگوں کے دماغ میں یہ بات کہاں سے اتری کہ انہوں نے اسے اعتجار سمجھ کر نماز میں مکروہ اور اس عمل میں نماز کو مکروہ قرار دے دیا۔

مصادر و مراجع

۱	امام ابو داؤد	سنن ابی داؤد	اصح المطابع لکھنو۔
۲	ابو القاسم طبرانی	معجم کبیر	دار احیاء تراث العربی' بیروت۔
۳	امام ابو بکر بیہقی	شعب الایمان۔	دار الکتب العلمیہ' بیروت۔
۴۔	قاضی فخر الدین اوزجندی	فتاویٰ قاضی خان	حافظ کتب خانہ' کوئٹہ
۵۔	شیخ طاہر بخاری	خلاصۃ الفتاویٰ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔
۶۔	شیخ عالم ہندی	فتاویٰ تاتارخانیہ	ادارۃ القرآن' کراچی
۷۔	امام علاؤ الدین کاسانی	البدائع الصنائع	مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ۔

۸۔	شیخ ابو اللیث سمرقندی	فتاویٰ النوازل	میر محمد کتب خانہ' کراچی
۹۔	شیخ نظام الدین ہندی	فتاویٰ ہندی	مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ۔
۱۰۔	شمس الائمہ سرخسی	المبسوط	ادارۃ القرآن' کراچی
۱۱۔	امام ابن الہمام	فتح القدیر	مکتبہ نوریہ' سکھر۔
۱۲۔	امام زین الدین مصری	بحر الرائق	مکتبہ نوریہ' سکھر۔
۱۳۔	شیخ عثمان زیلعی	تبیین الحقائق	مکتبہ امدادیہ' ملتان۔
۱۴۔	شیخ محمد علاؤالدین حصکفی	در المختار	مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ۔
۱۵۔	شیخ ابن عابدین شامی	رد المحتار	مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ
۱۶۔	شیخ حسن شرنبلالی	حاشیہ دار الحکام	میر محمد کتب خانہ' کراچی۔
۱۷۔	شیخ سدید الدین کاشغری	منیۃ المصلی	مکتبہ قادریہ' لاہور
۱۸۔	شیخ ابراہیم حلبی	کبیری	مطبع ہوپ' لاہور۔
۱۹۔	شیخ ابراہیم حلبی	صغیری	مجتبائی' دہلی۔
۲۰۔	شیخ مجد الدین فیروز آبادی	القاموس المحیط	دار الفکر' بیروت۔
۲۱۔	شیخ محمد بن مکرم مصری	لسان العرب	قم۔ ایران۔

انگلینڈ میں مجلّہ فقہ اسلامی

Pakistan Muslim Welfare Society

Heckmondwire Jermylane West yorkshire England

نمائندہ خصوصی: جناب قاری محمد اسلم سیالوی صاحب

Tel: 01924-402602 Mobile : 07932344506